مقابلہ نہ کر سکو گے۔[۱] (۳۵)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۶

پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۳۶)

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝۳۷

پس جب کہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ چمڑہ۔[۲] (۳۷)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۸

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۳۸)

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ۝۳۹

اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائے گی۔[۳] (۳۹)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۰

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۰)

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝۴۱

گناہ گار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے[۴] اور انکی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔[۵] (۴۱)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۲)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳

یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے۔(۴۳)

یا پگھلا ہوا تانبہ تمہارے سروں پر ڈال کر تمہیں واپس لے آئیں گے۔ نُحَاسٌ کے دوسرے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے کئے گئے ہیں۔

(۱) یعنی اللہ کے عذاب کو ٹالنے کی تم قدرت نہیں رکھو گے۔

(۲) قیامت والے دن آسمان پھٹ پڑے گا' فرشتے زمین پر اتر آئیں گے' اس دن یہ نار جہنم کی شدت حرارت سے پگھل کر سرخ نری کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ دِھَانٌ' سرخ چمڑہ۔

(۳) یعنی جس وقت وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔ ورنہ بعد میں موقف حساب میں ان سے باز پرس کی جائے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گناہوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا' کیونکہ ان کا تو پورا ریکارڈ فرشتوں کے پاس بھی ہو گا اور اللہ کے علم میں بھی۔ البتہ پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کیوں کیے؟ یا یہ مطلب ہے' ان سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ انسانی اعضا خود بول کر ہر بات بتلائیں گے۔

(۴) یعنی جس طرح اہل ایمان کی علامت ہو گی کہ ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔ اسی طرح گناہ گاروں کے چہرے سیاہ' آنکھیں نیلگوں اور وہ دہشت زدہ ہوں گے۔

(۵) فرشتے ان کی پیشانیاں اور ان کے قدموں کے ساتھ ملا کر پکڑیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے' یا کبھی پیشانیوں سے اور کبھی قدموں سے انہیں پکڑیں گے۔

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾

اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔[1] (۴۴)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۵)

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾

اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔[2] (۴۶)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۷)

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾

(دونوں جنتیں) بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں۔[3] (۴۸)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۹)

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ﴿٥٠﴾

ان دونوں (جنتوں) میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔[4] (۵۰)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۱)

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾

ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔[5] (۵۲)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۳)

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى

جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے

---

(۱) یعنی کبھی انہیں جحیم کا عذاب دیا جائے گا اور کبھی مَآءٌ حَمِيمٌ پینے کا عذاب۔ آنٍ، گرم۔ یعنی سخت کھولتا ہوا گرم پانی، جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا۔

(۲) جیسے حدیث میں آتا ہے۔ ''دو باغ چاندی کے ہیں، جن میں برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب چاندی کے ہوں گے۔ دو باغ سونے کے ہیں اور ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب سونے کے ہی ہوں گے''۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الرحمٰن) بعض آثار میں ہے کہ سونے کے باغ خواص مومنین مُقَرَّبِينَ اور چاندی کے باغ عام مومنین أَصْحَابُ الْيَمِينِ کے لیے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

(۳) یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اس میں سایہ گنجان اور گہرا ہو گا، نیز پھلوں کی کثرت ہو گی، کیونکہ کہتے ہیں ہر شاخ اور ٹہنی پھلوں سے لدی ہو گی۔ (ابن کثیر)

(۴) ایک کا نام تَسْنِيمٌ اور دوسرے کا سَلْسَبِيلٌ ہے۔

(۵) یعنی ذائقے اور لذت کے اعتبار سے ہر پھل دو قسم کا ہو گا، یہ مزید فضل خاص کی ایک صورت ہے۔ بعض نے کہا کہ

الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾

استر دبیز ریشم کے ہوں گے'[1] اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔[2] (۵۴)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۵)

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿٥٦﴾

وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں[3] جنہیں ان سے پہلے کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا۔[4] (۵۶)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾

پس اپنے پالنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۷)

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾

وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔[5] (۵۸)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۹)

ایک قسم خشک میوے کی اور دوسری تازہ میوے کی ہو گی۔

(۱) ابری یعنی اوپر کا کپڑا ہمیشہ استر سے بہتر اور خوب صورت ہوتا ہے' یہاں صرف استر کا بیان ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر (ابری) کا کپڑا اس سے کہیں زیادہ عمدہ ہو گا۔

(۲) اتنے قریب ہوں گے کہ بیٹھے بیٹھے بلکہ لیٹے لیٹے بھی توڑ سکیں گے۔﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (الحاقة' ۲۳)

(۳) جن کی نگاہیں اپنے خاوندوں کے علاوہ کسی پر نہیں پڑیں گی اور ان کو اپنے خاوند ہی سب سے زیادہ حسین اور اچھے معلوم ہوں گے۔

(۴) یعنی باکرہ اور نئی نویلی ہوں گی۔ اس سے قبل وہ کسی کے نکاح میں نہیں رہی ہوں گی۔ یہ آیت اور اس سے ماقبل کی بعض آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو جن مومن ہوں گے' وہ بھی مومن انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے اور ان کے لیے بھی وہی کچھ ہو گا جو دیگر اہل ایمان کے لیے ہو گا۔

(۵) یعنی صفائی میں یاقوت اور سفیدی و سرخی میں موتی یا مونگے کی طرح ہوں گی۔ جس طرح صحیح احادیث میں بھی ان کے حسن و جمال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ يُرَى مُخُّ سُوقِهِنَّ مِنْ وَرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ (صحيح بخاري' كتاب بدء الخلق' باب ماجاء في صفة الجنة - وصحيح مسلم' كتاب الجنة وصفة نعيمها' باب أول زمرة تدخل الجنة .....) "ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا' گوشت اور ہڈی کے باہر سے نظر آئے گا"۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ "جنتیوں کی بیویاں اتنی حسین و جمیل ہوں گی کہ اگر ان میں سے ایک عورت اہل ارض کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے' اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہو گا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔ (صحيح بخاري' كتاب الجهاد باب الحور العين)

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ ﴿٦٠﴾
احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔[1] (٦٠)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾
پس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦١)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ ﴿٦٢﴾
اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔[2] (٦٢)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ ﴿٦٣﴾
پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٣)

مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ ﴿٦٤﴾
جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں۔[3] (٦٤)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٥﴾
بتاؤ اب اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٥)

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ ﴿٦٦﴾
ان میں دو (جوش سے) ابلنے والے چشمے ہیں۔[4] (٦٦)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٧﴾
پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٧)

فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ ﴿٦٨﴾
ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔[5] (٦٨)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٩﴾
کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟(٦٩)

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ ﴿٧٠﴾
ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔[6] (٧٠)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٧١﴾
پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٧١)

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۚ ﴿٧٢﴾
(گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔[7] (٧٢)

---

(١) پہلے احسان سے مراد نیکی اور اطاعت الٰہی اور دوسرے احسان سے اس کا صلہ ' یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

(٢) دُوْنِهِمَا سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ یہ دو باغ شان اور فضیلت میں پچھلے دو باغوں سے ' جن کا ذکر آیت ٤٦ میں گزرا ' کم تر ہوں گے۔

(٣) کثرت سیرابی اور سبزے کی فراوانی کی وجہ سے وہ مائل بہ سیاہی ہوں گے۔

(٤) یہ صفت تَجْرِیَانِ سے ہلکی ہے اَلْجَرْيُ أَقْوَىٰ مِنَ النَّضْخِ (ابن کثیر)

(٥) جب کہ پہلی دو جنتوں (باغوں) کی صفت میں بتلایا گیا ہے کہ ہر پھل دو قسم کا ہو گا۔ ظاہر ہے اس میں شرف و فضل کی جو زیادتی ہے ' وہ دوسری بات میں نہیں ہے۔

(٦) خَیْرَاتٌ سے مراد اخلاق و کردار کی خوبیاں ہیں اور حِسَانٌ کا مطلب ہے حسن و جمال میں یکتا۔

(٧) حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں موتیوں کے خیمے ہوں گے ' ان کا عرض ساٹھ میل ہو گا ' اس

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾

پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۷۳)

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾

انکو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل۔(۷۴)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾

پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے ساتھ تم تکذیب کرتے ہو؟(۷۵)

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾

سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔[1] (۷۶)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٧﴾

پس (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[2] (۷۷)

کے ہر کونے میں جنتی کے اہل ہوں گے' جس کو دوسرے کونے والے نہیں دیکھ سکیں گے۔ مومن اس میں گھومے گا"۔ (صحیح بخاری' تفسیر سورۃ الرحمٰن وکتاب بدء الخلق' باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ 'صحیح مسلم' کتاب الجنۃ' باب فی صفۃ خیام الجنۃ)

(۱) رَفْرَفٍ' مسند' غالیچہ یا اس قسم کا عمدہ فرش' عَبْقَرِيٍّ' ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا' فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرْيَهُ (البخاری' کتاب المناقب' باب فضل عمر۔ و صحیح مسلم' فضائل الصحابۃ' باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ) "میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو"۔ مطلب یہ ہے کہ جنتی ایسے تختوں پر فروکش ہوں گے جس پر سبز رنگ کی مسندیں' غالیچے اور اعلیٰ قسم کے خوب صورت منقش فرش بچھے ہوں گے۔

(۲) یہ آیت اس سورت میں ۳۱ مرتبہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی اقسام وانواع کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت یا چند نعمتوں کے ذکر کے بعد یہ استفسار فرمایا ہے' حتیٰ کہ میدان محشر کی ہولناکیوں اور جہنم کے عذاب کے بعد بھی یہ استفسار فرمایا ہے' جس کا مطلب ہے کہ امور آخرت کی یاددہانی بھی نعمت عظیمہ ہے تاکہ بچنے والے اس سے بچنے کی سعی کر لیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن بھی انسانوں کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے بلکہ انسانوں کے بعد یہ دوسری مخلوق ہے جسے عقل و شعور سے نوازا گیا ہے اور اس کے بدلے میں ان سے صرف اس امر کا تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ مخلوقات میں یہی دو ہیں جو شرعی احکام و فرائض کے مکلف ہیں' اسی لیے انہیں ارادہ و اختیار کی آزادی دی گئی ہے تاکہ ان کی آزمائش ہو سکے' تیسرے' نعمتوں کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا جائز و مستحب ہے۔ یہ زہد و تقویٰ کے خلاف ہے اور نہ تعلق مع اللہ میں مانع' جیسا کہ بعض اہل

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے[1] جو عزت و جلال والا ہے۔(۷۸)

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سورۂ واقعہ مکی ہے اور اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾

جب قیامت قائم ہو جائے گی۔[2] (۱)

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾

جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔(۲)

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہو گی۔[3] (۳)

تصوف باور کراتے ہیں۔ چوتھے' بار بار یہ سوال کہ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ یہ توبیخ اور تہدید کے طور پر ہے' جس کا مقصد اس اللہ کی نافرمانی سے روکنا ہے' جس نے یہ ساری نعمتیں پیدا اور مہیا فرمائیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اس کے جواب میں یہ پڑھنا پسند فرمایا ہے۔ لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ "اے ہمارے رب ہم تیری کسی بھی نعمت کی تکذیب نہیں کرتے' پس تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں" (سنن الترمذی والصحیحۃ للألبانی) لیکن اندرون صلاۃ اس جواب کا پڑھنا مشروع نہیں۔

(۱) تَبَارَكَ ' برکت سے ہے جس کے معنی دوام و ثبات کے ہیں۔ مطلب ہے اس کا نام ہمیشہ رہنے والا ہے' یا اس کے پاس ہمیشہ خیر کے خزانے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی بلندی اور علو شان کے کیے ہیں اور جب اس کا نام اتنا بابرکت یعنی خیر اور بلندی کا حامل ہے تو اس کی ذات کتنی برکت اور عظمت و رفعت والی ہو گی۔

☆ اس سورت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سُوْرَةُ الْغِنٰی (تونگری کی سورت) ہے اور جو شخص اس کو ہر رات پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سورت کی فضیلت میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ ہر رات پڑھنے والی اور بچوں کو سکھانے والی روایتیں بھی ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ (دیکھئے الأحادیث الضعیفۃ ' للألبانی حدیث نمبر ۲۹۱-۲۸۹ ج ۱/ ۳۰۵)

(۲) واقعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ہے' کیونکہ یہ لامحالہ واقع ہونے والی ہے' اس لیے اس کا یہ نام بھی ہے۔

(۳) پستی اور بلندی سے مطلب ذلت اور عزت ہے۔ یعنی اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو یہ بلند اور نافرمانوں کو پست کرے

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾	جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔(۴)
وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾	اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔[1] (۵)
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾	پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے۔(۶)
وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ﴿٧﴾	اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے۔[2] (۷)
فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾	پس داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔[3] (۸)
وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿٩﴾	اور بائیں ہاتھ والے کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا۔[4] (۹)
وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ﴿١٠﴾	اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں۔[5] (۱۰)
أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾	وہ بالکل نزدیکی حاصل کیے ہوئے ہیں۔(۱۱)
فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾	نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔(۱۲)
ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾	(بہت بڑا) گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہو گا۔(۱۳)
وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾	اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔[6] (۱۴)

گی' چاہے دنیا میں معاملہ اس کے برعکس ہو۔ اہل ایمان وہاں معزز و مکرم ہوں گے اور اہل کفر و عصیان ذلیل و خوار۔

(۱) رَجًّا کے معنی حرکت و اضطراب (زلزلہ) اور بس کے معنی ریزہ ریزہ ہو جانے کے ہیں۔

(۲) أَزْوَاجًا: أَصْنَافًا کے معنی میں ہے۔

(۳) اس سے عام مومنین مراد ہیں جن کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے جو ان کی خوش بختی کی علامت ہو گی۔

(۴) اس سے مراد کافر ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں پکڑائے جائیں گے۔

(۵) ان سے مراد خواص مومنین ہیں' یہ تیسری قسم ہے جو ایمان قبول کرنے میں سبقت کرنے اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو قرب خاص سے نوازے گا' یہ ترکیب ایسے ہی ہے' جیسے کہتے ہیں' تو تو ہے اور زید زید' اس میں گویا زید کی اہمیت اور فضیلت کا بیان ہے۔

(۶) ثُلَّةٌ' اس بڑے گروہ کو کہا جاتا ہے جس کا گننا ناممکن ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اولین سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کی امت کے لوگ ہیں اور آخرین سے امت محمدیہ کے افراد۔ مطلب یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں سابقین کا ایک بڑا گروہ ہے' کیونکہ ان کا زمانہ بہت لمبا ہے جس میں ہزاروں انبیا کے سابقین شامل ہیں ان کے مقابلے میں امت محمدیہ کا زمانہ (قیامت تک) تھوڑا ہے' اس لیے ان میں سابقین بھی بہ نسبت گزشتہ امتوں کے

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾
یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔(۱۵)

مُّتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾
ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔[1] (۱۶)

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾
ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی)[2] رہیں گے آمدورفت کریں گے۔(۱۷)

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾
آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔(۱۸)

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾
جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے۔[3] (۱۹)

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾
اور ایسے میوے لیے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں۔(۲۰)

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾
اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔(۲۱)

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾
اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔(۲۲)

تھوڑے ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں کا نصف ہو گے"۔ (صحیح مسلم، نمبر ۲۰۰) تو یہ آیت کے مذکورہ مفہوم کے مخالف نہیں۔ کیونکہ امت محمدیہ کے سابقین اور عام مومنین ملا کر باقی تمام امتوں سے جنت میں جانے والوں کا نصف ہو جائیں گے، اس لیے محض سابقین کی کثرت (سابقہ امتوں میں) سے حدیث میں بیان کردہ تعداد کی نفی نہیں ہو گی۔ مگر یہ قول محل نظر ہے اور بعض نے اولین و آخرین سے اسی امت محمدیہ کے افراد مراد لیے ہیں۔ یعنی اس کے پہلے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ اور پچھلے لوگوں میں تھوڑی ہو گی۔ امام ابن کثیر نے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے، فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ اور عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ کے درمیان۔

(۱) مَوْضُوْنَةٌ، بنے ہوئے، جڑے ہوئے۔ یعنی مذکورہ جنتی سونے کے تاروں سے بنے اور سونے جواہر سے جڑے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے یعنی رو در رو ہوں گے نہ کہ پشت بہ پشت۔

(۲) یعنی وہ بڑے نہیں ہوں گے کہ بوڑھے ہو جائیں نہ ان کے خدوخال اور قدوقامت میں کوئی تغیر واقع ہو گا، بلکہ ایک ہی عمر اور ایک ہی حالت پر رہیں گے، جیسے نو عمر لڑکے ہوتے ہیں۔

(۳) صُدَاعٌ، ایسے سر درد کو کہتے ہیں جو شراب کے نشے اور خمار کی وجہ سے ہو اور اِنْزَافٌ کے معنی، وہ فتور عقل جو مدہوشی کی بنیاد پر ہو۔ دنیا کی شراب کے نتیجے میں یہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں، آخرت کی شراب میں سرور اور لذت تو یقیناً ہو گی لیکن یہ خرابیاں نہیں ہوں گی۔ مَعِيْن، چشمہ جاری جو خشک نہ ہو۔

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾
جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔[۱] (۲۳)

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾
یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا۔(۲۴)

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾
نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔(۲۵)

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾
صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔[۲] (۲۶)

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾
اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔[۳] (۲۷)

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾
وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں۔(۲۸)

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾
اور تہ بہ تہ کیلوں۔(۲۹)

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾
اور لمبے لمبے سایوں۔[۴] (۳۰)

وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾
اور بہتے ہوئے پانیوں۔(۳۱)

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾
اور بکثرت پھلوں میں۔(۳۲)

لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾
جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں۔[۵] (۳۳)

---

(۱) مَكْنُوْنٌ، جسے چھپا کر رکھا گیا' اس کو کسی کے ہاتھ لگے ہوں نہ گرد وغبار اسے پہنچا ہو۔ ایسی چیز بالکل صاف ستھری اور اصلی حالت میں رہتی ہے۔

(۲) یعنی دنیا میں تو باہم لڑائی جھگڑے ہی ہوتے ہیں' حتیٰ کہ بہن بھائی بھی اس سے محفوظ نہیں' اس اختلاف و نزاع سے دلوں میں کدورتیں اور بغض و عناد پیدا ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے خلاف بدزبانی' سب و شتم' غیبت اور چغل خوری وغیرہ پر انسان کو آمادہ کرتا ہے۔ جنت ان تمام اخلاقی گندگیوں اور بے ہودگیوں سے نہ صرف پاک ہوگی' بلکہ وہاں سلام ہی سلام کی آوازیں سننے میں آئیں گی' فرشتوں کی طرف سے بھی اور آپس میں اہل جنت کی طرف سے بھی۔ جس کا مطلب ہے کہ وہاں سلام و تحیہ تو ہوگا لیکن دل اور زبان کی وہ خرابیاں نہیں ہوں گی جو دنیا میں عام ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے دین دار بھی ان سے محفوظ نہیں۔

(۳) اب تک سابقین (مُقَرَّبِيْنَ) کا ذکر تھا' أَصْحَابُ الْيَمِيْنِ سے اب عام مومنین کا ذکر ہو رہا ہے۔

(۴) جیسے ایک حدیث میں ہے کہ "جنت کے ایک درخت کے سائے تلے ایک گھوڑ سوار سو سال تک چلتا رہے گا' تب بھی' وہ سایہ ختم نہیں ہوگا"۔ (صحیح بخاری' تفسیر سورۃ الواقعۃ ' مسلم' کتاب الجنۃ ' باب إن فی الجنۃ شجرۃ ......)

(۵) یعنی یہ پھل موسمی نہیں ہوں گے کہ موسم گزر گیا تو یہ پھل بھی آئندہ فصل تک ناپید ہو جائیں' یہ پھل اس طرح فصل گل و لالہ کے پابند بھی نہیں ہوں گے' بلکہ ہر وقت دستیاب رہیں گے۔

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾

اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔[1] (٣٤)

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾

ہم نے ان (کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے۔(٣٥)

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾

اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے۔[2] (٣٦)

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾

محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔[3] (٣٧)

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾

دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں۔(٣٨)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾

جم غفیر ہے اگلوں میں سے۔[4] (٣٩)

وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾

اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے۔[5] (٤٠)

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۥ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾

اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے۔[6] (٤١)

فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾

گرم ہوا اور گرم پانی میں (ہوں گے)(٤٢)

---

(١) بعض نے فرشوں سے بیویوں اور مرفوعہ سے بلند مرتبہ کا مفہوم مراد لیا ہے۔

(٢) أَنْشَأْنٰهُنَّ کا مرجع اگرچہ قریب میں نہیں ہے لیکن سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد اہل جنت کو ملنے والی بیویاں اور حور عین ہیں۔ حوریں، ولادت کے عام طریقے سے پیدا شدہ نہیں ہوں گی، بلکہ اللہ تعالیٰ خاص طور پر انہیں جنت میں اپنی قدرت خاص سے بنائے گا، اور جو دنیاوی عورتیں ہوں گی، تو وہ بھی حوروں کے علاوہ اہل جنت کو بیویوں کے طور پر ملیں گی، ان میں بوڑھی، کالی، بدشکل، جس طرح کی بھی ہوں گی، سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں جوانی اور حسن و جمال سے نواز دے گا، نہ کوئی بوڑھی، بوڑھی رہے گی، نہ کوئی بدشکل، بدشکل بلکہ سب باکرہ (کنواری) کی حیثیت میں ہوں گی۔

(٣) عُرُبٌ، عَرُوْبَةٌ کی جمع ہے۔ ایسی عورت جو اپنے حسن و جمال اور دیگر محاسن کی وجہ سے خاوند کو نہایت محبوب ہو۔ أَتْرَابٌ تِرْبٌ کی جمع ہے۔ ہم عمر، یعنی سب عورتیں جو اہل جنت کو ملیں گی، ایک ہی عمر کی ہوں گی، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ سب جنتی ٣٣ سال کی عمر کے ہوں گے، (سنن ترمذی، باب ما جاء فی سن أهل الجنة) یا مطلب ہے کہ خاوندوں کی ہم عمر ہوں گی۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔

(٤) یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کے لوگوں میں سے یا خود امت محمدیہ کے اگلوں میں سے۔

(٥) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے یا آپ کی امت کے پچھلوں میں سے۔

(٦) اس سے مراد اہل جہنم ہیں، جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے، جو ان کی مقدر شدہ شقاوت کی علامت ہو گی۔